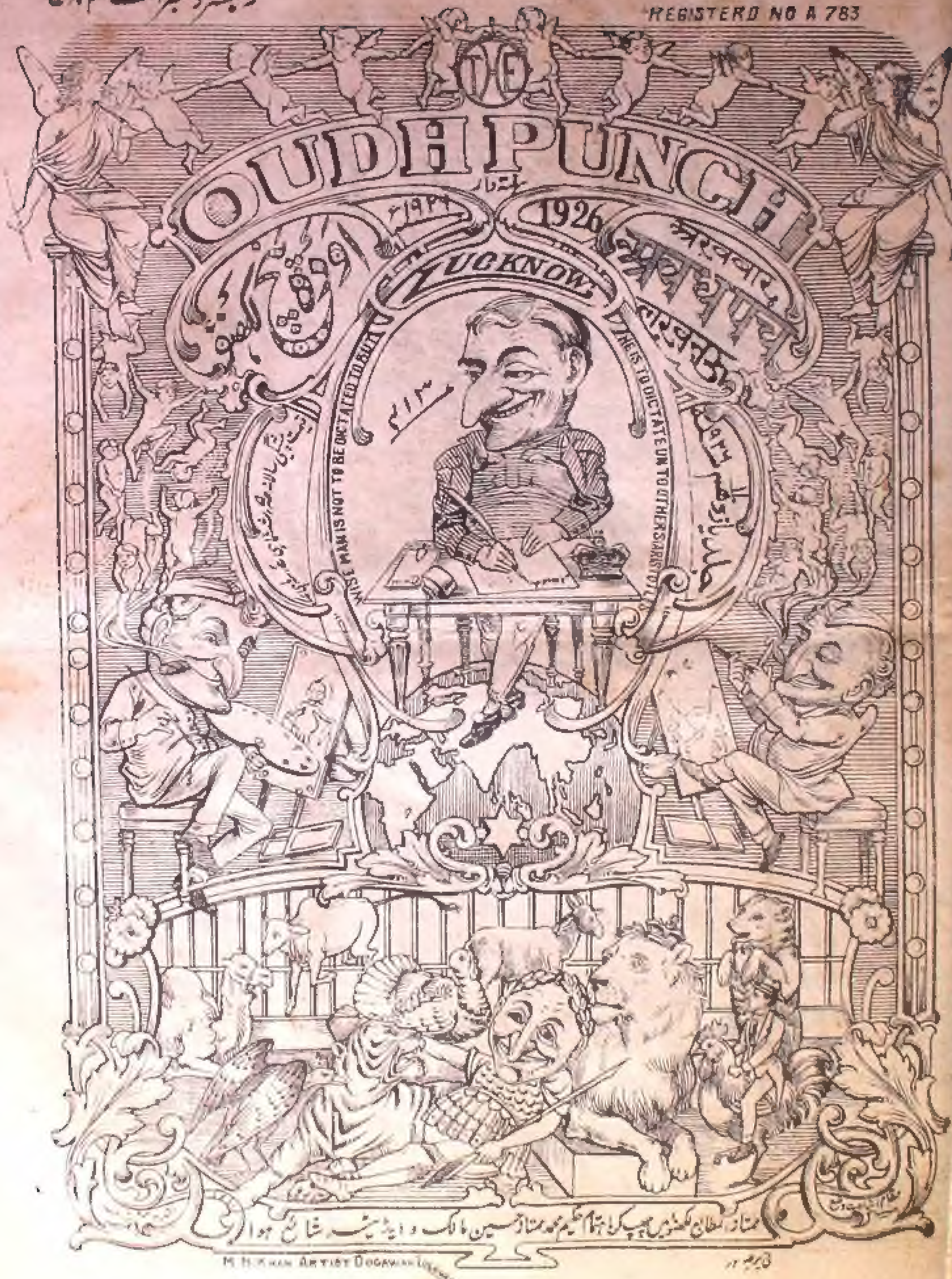
رجسٹرڈ نمبر اے ۷۸۳

REGISTERD NO A 783



بیش بہا معلومات کا خزانہ

جس نے اخبار کی دنیا میں انقلاب پیدا کر دیا

نئے خریداروں کو ہندو کا سالانہ نمبر مفت ملسکتا ہے

گزشتہ سال اپریل کے مہینہ میں ہندو نے اپنا بیساکھی نمبر نکالا تھا جو مقبول ہوا کہ تمام کاپیاں ہاتھوں ہاتھ فروخت ہو گئیں اور باہر سے اسوقت تک اس کی مانگ برابر جاری ہے۔ بیساکھی کارکنان ہندو کو کسی صورت میں شائع کرنے کی فکر میں ہیں

ہندو کا سالانہ نمبر

بیساکھی نمبر کے بعد ہندو نے گزشتہ نومبر کے مہینہ میں اپنا سالانہ نمبر شائع کیا۔ یہ بیش بہا معلومات کا خزانہ کہنا بیجا نہ ہوگا۔ اعلیٰ قسم کی رنگین تصویروں کے علاوہ دوسری [illegible] تصاویر [illegible] مضامین کے لحاظ سے یہ اپنی مثال آپ ہے۔ ضخامت [illegible] صفحات لکھائی چھپائی اور کاغذ دیدہ زیب۔

ہم نے بیساکھی نمبر کی مانگ کو مد نظر رکھتے ہوئے پہلے ہی سے کچھ پرچے سالانہ نمبر کے زیادہ چھپوا لیے تھے [illegible] سالانہ نمبر کے شائقین کو مایوس نہ ہونا پڑے چونکہ نمبر کتابی صورت میں شائع کیا گیا تھا۔ اور اس میں مضامین بھی مستقل دلچسپی نوعیت کے ہیں اسلیے وہ ہر وقت باعث تفریح ہو سکتے ہیں۔ ہمارے پاس اس کے لیے ابھی تک برابر باہر سے آرڈر آ رہے ہیں۔ لیکن ہم چاہتے ہیں کہ وہ اصحاب بھی جو ہندو کی خریداری کے لیے آرزو دیتے ہیں۔ ان کو بھی خاص رعایت کے طور پر سالانہ نمبر مفت دیا جائے۔ لہذا اعلان کیا جاتا ہے کہ جو اصحاب یکم اپریل تک ہندو کے خریدار بنیں گے ان کو سالانہ نمبر مفت بھیجا جائے گا۔ باقی اصحاب [illegible] کے ٹکٹ بھیج سکتے ہیں۔ نمبر کی کاپیاں بہت تھوڑی ہیں اس لیے جو جلدی نہ کریں گے انھیں مایوس ہونا پڑے گا۔ پانچ آنے میں [illegible] سو صفحے کی کتاب ہے [illegible] کتب فروش [illegible] میں [illegible] اور جو مضامین اس میں ہیں وہ کتابوں میں کہاں!

روزانہ ہندو کی سالانہ قیمت [illegible] روپیہ ششماہی [illegible]

[illegible]

المشتہر:- سپرنٹنڈنٹ روزنامہ ہندو لاہور

نوجوانو

مرد کے خوشنما جسم، جنسی کمزوری، جریان، احتلام، نامردی، سرعت وغیرہ کمر دل کی دھڑکن کے مریضو! اگر آپ کو اشتہاری حکیموں نے لوٹ کھایا ہو۔ علاج کرتے کرتے آپ عاجز آ گئے ہوں۔ تو ایسے نازک وقت میں ہم آپ کے لیے رسالہ قوت باہ [illegible] پیش کرتے ہیں جس میں مشرق و مغرب کے [illegible] حکیموں، ڈاکٹروں، ویدوں وغیرہ کے ان تمام معلومات، مشاہدات و تجربات کا نچوڑ کامل و مکمل طور پر جمع کیا گیا ہے جو عورت و مرد کی مباشرت سے تعلق رکھتی ہیں۔ ساتھ ہی [illegible] صحبت، لذات، امساک، ولادت، تندرست اور خوبصورت بچے پیدا کرنے کی تدابیر، فلسفہ عشق، فلسفہ ازدواج، انتخاب بیوی، تعلقات زوجین، لطف مباشرت اور صحبت کے طریقوں وغیرہ کی اعلیٰ ترین تفصیل دی گئی ہے۔ امراض مردانہ کا مفصل اور مکمل بیان اور ان کے رفع کرنے کے لیے صدہا مجرب و اکسیر [illegible] نسخے [illegible] مصنف صاحب نے [illegible] حاصل کیے ہیں [illegible] اس کتاب کے نسخوں کو غلط اور غیر مفید ثابت کرنے والے کو [illegible] انعام دیا جائے گا۔ قیمت [illegible] علاوہ محصول۔

ملنے کا پتہ:- منیجر عظمت بکڈپو لکھنؤ

معزز خریدار اور رئیس

[illegible]

مسٹر ارتضیٰ خان تاجر تمباکو لکھنؤ

تار کا پتہ [illegible] لکھنؤ

شرطیہ علاج اور دوا مفت

[illegible]

ملنے کا پتہ:- منیجر عین الشفا میڈیکل ہال لکھنؤ

قصہ ہے یا ظرافت کی جان

اردو میں آج تک اس قصہ کا مثل نہیں ہے

چھپو!

یہ ظرافت قصہ اودھ پنچ کے ساتھ مسلسل شائع ہوتا رہا ہے اس کے صفحات بطور فائل علیحدہ بھی مرتب کیے گئے ہیں ابتدا سے ۱۹۲۳ء سے جو حضرات اودھ پنچ کے خریدار ہیں انھوں نے مسلسل مطالعہ کر لیا ہوگا لیکن سہ ماہی اور ششماہی خریداران اودھ پنچ قصہ کی ابتدا سے ناواقف ہوں گے یہ مرتب فائل ان کے اشتیاق کو پورا کر سکتا ہے۔

قیمت علاوہ محصولڈاک [illegible]

المشتہر

منیجر اخبار اودھ پنچ لکھنؤ

جلد ۵۱ نمبر ۱۱

مضامین غیر

پنجشنبہ ۱۰ مارچ ۱۹۲۶ء

میل تدقیق در سرمۂ تحقیق

نمبر ۱۲

(تتمہ ۱۱ مارچ ۱۹۲۶ء)

اگر ہم چاہیں تو معارضہ بالمثل کر سکتے ہیں کہ کیوں حضرت! حضرت جبرئیل کی آنکھ کتنی بڑی ہے جس سے قالب خشت دیوار کا کام لیا گیا ہے۔ اسکے اندر کے ڈھیلے کیا ہوئے اب حضرت جبرئیل کو لوگ حافظ جبرئیل کیوں نہیں کہتے یہ عجیب و غریب سانچا کب سے معطل ہے دیدوں کے گڑھے میں گول گول اینٹیں ڈھلنی ممکن ہیں یا چوکور۔ کیا آپ نے حضرت غالب کی روح پر فتوح سے بھی یہ سوال فرمایا تھا کہ جس مکان کی تعمیر میں چشم جبرئیل کے سانچے سے ڈھالی ہوئی اینٹیں صرف ہوئی تھیں وہ ایوان عزت و جلال ہے یا یہی دنیاوی گھر۔

لیکن ایسے سوالات وہی کر سکتا ہے جسکی عقل پر پتھر پڑے ہوں۔ مولانا طباطبائی فرماتے ہیں کہ اس شعر کی بندش میں خامی ہے اور ہم بھی کہتے ہیں کہ یہ شعر غالب مرحوم کی شان شاعری کے منافی ہے۔ کتاب نصاب تعلیم میں داخل تھی آخر مطلب کی توضیح یا نادر مثل شارح کچھ نہ کچھ کرتا یا کرتا۔ آپ کی طرح ادھر ادھر سے مطالب سرقہ کرنا اور ہر ایک رطب و یابس کی مدح کرنا بحران سودا و دماغ کے اینٹ گارے سے من ہمہ ناعرم کی جھونپڑی کھڑی کر لینا اپنی فہم پر بھروسہ رکھنے والوں سے ممکن نہیں جسقدر حصہ شرح بیخود کا ان نظر میں شائع ہوا۔ اسے دیکھ کے ہیں وہ "کہیں کی اینٹ کہیں کا روڑا بھان متی نے کنبہ جوڑا"

والی مثل یاد آ جاتی ہے۔

امر (عمرو) کے بحث میں ہمارے بیخود صاحب نے پھر غلط بحث سے کام لیا ہے۔ اودھ پنچ میں ہم نے لکھا تھا کہ عمرو کا املا مرزا غالب کے دیوان میں غلط ہے غالباً انھوں نے غلط عام کی پیروی کی ہے بقول حضرت بیخود مولانا طباطبائی کا خیال یہ تھا کہ غالب مرحوم کو دھوکا ہوا کہ جسطرح قصہ فرضی ہے نام بھی بے اصل ہوگا۔ حضرت حسرت نے ایک تیسری بات فرمائی یعنے عمرو کے بجاے امر شاید لحاظاً ادب لکھا ہے یعنے اس خیال سے کہ عمرو عیار جو ایک فرضی نام ہے اُسمیں اور حضرت عمرو بن امیہ صحابی کے نام میں خلط ملط نہ ہو جائے۔ یہ تینوں توجیہیں ممکن ہیں اور ان توجیہات میں زیادت بھی ممکن ہے۔ کوئی چوتھا شخص یوں تعبیر کر سکتا ہے کہ امر مصدر ہے عمرو کا۔

خیالات یکساں نہیں ہوتے پھر بھی ان متفرق توجیہات میں منافات نہیں ہے۔ امکان دلیل ترجیح نہیں ہے یہ سب جانتے ہیں۔ عمرو کو الف سے دیکھ کے ہر شارح دیوان غالب کو تعجب ہوا اگر تعجب نہ ہوتا تو ان توجیہات کی ضرورت ہی کیا تھی جتنی توجیہیں اوپر بیان کی گئیں اُن سے حضرت غالب مرحوم کے علم پر کوئی قدح نہیں ہو سکتی۔ ہاں حضرت بیخود کا یہ استدلال البتہ قابل قدح ہے :۔

"مرزا نے اپنے احباب کو لکھا ہے کہ آجکل بوستان خیال مل گئی ہے جسے میرے بھانجے نے لکھی ہے اس سے دل خوب بہل جاتا ہے جب یوں ہے تو مرزا کی نظر سے یہ نام کتنے بار گزرا ہوگا پھر دھوکا کھانے کے کیا معنے اور اگر بوستان خیال میں بھی یہی املا نظر آئے تو سمجھ لینا چاہیے کہ مرزا ہی کا تصرف ہے"

یعنی کہ بوستان خیال داستان امیر حمزہ کے جواب میں لکھی گئی ہے عمرو عیار کا بار بار ذکر بوستان خیال میں نہیں ہے داستان امیر حمزہ میں ہے۔ جہاں مرزا محمد تقی خاں کا تذکرہ ہے وہاں وجہ تصنیف میں امیر حمزہ اور عمرو کا نام لیا گیا ہو تو عجب نہیں۔ ہم نے بھی بوستان خیال مسلسل نہیں دیکھی مگر ایک حصہ دیکھا ہے اُسمیں کہیں عمرو عیار کا نام نہیں ہے حضرت بیخود کے ترباکی توہمات خود اُن کے نزدیک استدلال پیش کرنے کے قابل ہوں تو ہوں بے سوچے سمجھے جو کچھ جی میں آتا ہے لکھ جاتے ہیں اور ڈھٹائی دیکھیے کہ ذرا بھی نہیں شرماتے۔ مذہبی خیال ہوتا ہے کہ صاحبان فہم و علم اگر اس طرح کے مضامین دیکھیں گے تو دل میں کیا کہیں گے وہ زمانہ تو اب نہیں رہا کہ پگڑ باندھا اور مکتب کھول دیا۔ کسی نے کہا کہ حضرت براہ نوازش ذری سورۂ حمد تو پڑھ دیجیے کہنے لگے "الحمد للہ رب العالمین ایاک نعبد بھی سنا آگے نہیں یاد ہے شاید سبعین ہے یا ستمین"۔ کسی نے مسئلہ پوچھا کہ حضرت صبح کی نماز میں کئے رکعتیں ہیں تو فرمایا کہ ستو پڑھ لیا کرو۔ سائل نے کہا کہ میں نے تو دو سنی ہیں جواب ملا کہ جو دو کہتا ہے وہ بے وقوف ہے "جو خدا ستو رکعتوں سے راضی نہ ہو وہ دو سے کیا راضی ہوگا"

کوئی عورت خط پڑھوانے لائی تو اُلٹا خط ہاتھ میں لیا اور کہہ دیا کہ تمھارے شوہر کو خدا بخشے عجب نیک آدمی تھے۔ تیسرے دن شوہر صاحب گھر میں وارد ہوئے تو بی بی ڈر گئیں "ارے نگوڑا بھوت بن گیا محلے والوں دوڑو۔ آج ہی تجھ سے فراغت ہوئی آج ہی ڈرانے دھمکانے چلا آیا۔ ارے مولوی کو بلاؤ اس بھوت کو بھگائیں"

مذہبی زمانہ ہے کہ بقول شیخ غرسوطی کوئی شخص شام سے اصفہان جائے اور وہاں کے تمام میں بے دھڑک غیر مہذب آواز دہن سے زبان سے خارج کرے۔ شیخ غرسوطی پوچھیں کہ کمبخت یہ کیا حرکت ہے تو وہ کہے کہ بھائی ہماری زبان عربی ہے یہاں کے لوگوں کی زبان فارسی ہے یہ ہماری بولی سمجھ نہیں سکتے۔ رہے خود صاحب نے تو اپنے شناس کے واسطے یہ مضمون لکھا ہے جو کہ

زبان سمجھتے ہیں)۔

ہم نے لکھا تھا کہ اس مصرعے میں ؎

دل رُک رُک کر بند ہو گیا ہے غالب

ایک سبب خفیف بڑھ گیا اسکے بارے میں حضرت بیخود فرماتے ہیں کہ: پھر دیکھا جائے گا۔ اسلیے کہ میں موہان میں ہوں یہاں کتابیں نہیں ہیں۔ بھلا پوچھیے کہ یہاں کتابوں کا ایسا کیا کام ہے یہ تو روشنی مسئلہ ہے تقطیع کیجیے اور دیکھ لیجیے ورنہ وہی مثل ہو گی ایک شخص اپنے لڑکے کو قاضی کے پاس لے گیا اور شکایت کی یہ نماز نہیں پڑھتا لڑکے نے کہا پڑھتا تو ہوں باپ نے اعتراض کیا کہ سورے یاد نہیں ہیں نماز کیونکر پڑھتا ہے قاضی نے حکم دیا کہ اچھا کوئی سورہ پڑھو۔ صاحبزادے فرمانے لگے ؎

علق القلب دبابا

بعد ما شابت وشابا

ان دین اللہ حق

لا ترى فيه ارتيابا

سلامتی سے صاحبزادے کے پدر مکرم بھی قرآن سے بہت واقف تھے کہنے لگے سنا حضور یہ آیتیں آج ہی صبح کو اس نے پڑوسی کا قرآن چرا کے یاد کی ہیں۔ قاضی صاحب کی معرفت قرآن بھی ان باپ بیٹوں سے کچھ کم نہ تھی فرمانے لگے "ارے خدا تمھیں غارت کرے قرآن پڑھتے ہو اور اسپر عمل نہیں کرتے۔ میں جانتا ہوں شاید یہ آیتیں سورۃ یالیتنی کنت غبارا کی ہیں۔"

اے حضرت مضمون میں تو آپ نے سیکڑوں حوالے صفحہ سطر سمیت لکھ کے دیے ہیں کیا یہ سب پڑوسی پروفیسر (جن کا نام اس مضمون میں دوبارہ لکھنے کی ہم نے قسم کھائی ہے) کے قرآن شاعری سے بطریق سرقہ نقل کیے ہیں؟ مرثیے اور دیوان مہیا ہو گئے اور موہان میں آپ کو عروض کا ایک ادنیٰ رسالہ بھی نہ مل سکا۔ تعجب ہے۔ کیا ہمارے دوست پروفیسر میرزا محمد علی اصفہانی سابق مدیر "دعوۃ الاسلام" کی وہ مجہول الاسم کتاب جسمیں اُنھوں نے نون خفیہ کے وجود سے انکار کیا ہے یہ بھی نہ جا سکی کہ سورہ یالیتنی کنت غبارا میں سبب خفیف کا بیان کس مقام پر موجود ہے۔ یا یہ کہ سبب خفیف فارسی تو عدیم شکیات اسی طرح موجود نہیں جیسے ایران میں ڈولی کا رواج (میرزا اصفہانی کا اور ہمارا ساتھ سنہ ۱۹۱۰ء میں آگرہ کی بمقام دہلی ہوا اگر میرزا صاحب ڈولی دیکھ کے بہت گھبرائے ہم سے پوچھنے لگے اس قفس کے اندر کون سا جانور بند ہے ہم نے کہا ایک جانور ہے جو انسان سے بالکل مشابہ ہے اگر تم دیکھو تو سمجھو کہ ہو بہو عورت ہے)



دیدہ ہائے امیدوار: "یہ آخری طبعی ورزش یا صنعت بھی قابل دید ہے۔ گوری کا جوبن چٹکیوں میں۔"

ہم نے مولانا حالی مرحوم کی رائے لکھی تھی کہ وہ بھی دیوان غالب میں بعض اشعار کے وجود کو عدم پر ترجیح دیتے تھے واقعہ قابل جواب نہ تھا مگر بے تکے پن کا لپکا کہاں جائے آپ نے ایک نمبر اسکے واسطے مخصوص کیا اور نہایت معقول جواب دیا فرماتے ہیں کہ "جب مرزا کے کچھ اشعار حضرت طباطبائی ایسے نقاد و محقق کے پسند نہیں تو پھر حالی تو حالی ہی تھے" واہ رے جواب بیخود صاحب اتنا کہہ دیتے ہیں کہ "حالی تو حالی ہی تھے" واقعہ کی تکذیب ہو گئی۔ اعتراض دفع ہو گیا۔ اب ہم کیا کہیں یہی کہتے ہیں کہ حضرت بیخود تو بیخود ہی ہیں۔

خدا کا شکر ہے کہ تقطیع کا بند آ گیا۔ محاورات ختم ہوا اب ایک ہی دعوے کا بطلان حضرت بیخود کے واسطے باقی رہ گیا ہمارا یہ دعوے تھا کہ قدیم محاورات میں کوئی تغیر جائز نہیں۔ محاورہ کبھی نہیں بدلتا۔ غالب کا وہ مصرعہ اہل زبان نے کبھی پسند نہیں کیا جسمیں تماشا کرنا "دیکھنے" کے معنوں میں مستعمل ہوا۔ جناب شاعر بیخود صاحب فرماتے ہیں "میرے نزدیک محاورے میں تصرف و تغیر بھی ہوا اور وہ اپنی اصلی صورت پر بھی قائم رہے ورنہ متروکات کی فہرست میں آ جاتے کبھی اُن کا ترجمہ کر لیا گیا کبھی کچھ ہوا کبھی کچھ اور سمجھنے والے سمجھتے رہے کہ چلو اچھا ہوا پہلے محاورے کی ایک ہی صورت تھی اب دو ہو گئی ہو گئیں ...... ہاں یہ ضرور ہے کہ محاورے میں تصرف کا حق ہر کس و ناکس کو نہیں دیا گیا اس لیے کہ ایسے تصرف سے زبان بگڑنے کا ظن غالب تھا۔"

اس بیان کے ثبوت میں ناسخ کے کلام سے بہل کی گئی کہ "تلوار کا کھیت" محاورہ ہے اُنھوں نے "شمشیر کا کھیت" نظم کیا۔ "کنویں کا پانی ٹوٹنا" محاورہ ہے اُنھوں نے "چاہ ٹوٹنا" نظم کیا۔ "جان کے لالے پڑنا" محاورہ ہے اُنھوں نے "زیست کے لالے" نظم کیا۔ مگر حضرت بیخود "تسامح شاعرانہ و تغیر تعبیر" اور "تصرف محاورات" دونوں اصطلاحوں کو خلط کیے دیتے ہیں۔ اصل محاورہ ہے کھیت پڑنا (قتال ہونا) کھیت رہنا (مقتول ہونا) اسمیں کھیت ذریعہ ہے کھیت کی تیاری ہو یا شمشیر کے ذریعے سے۔ اسیطرح کنواں ٹوٹنا اور چاہ ٹوٹنا میں "ٹوٹنا" اپنے معنے میں مستعمل ہوا ہے ٹوٹنے سے مراد ہوتا اور ٹوٹ جانا ہے اور اختیار ہے کہ چاہ کہیں یا کنواں۔ ورنہ تو یہ بھول گیا موافق اہل زبان کو کہتے ہیں اسی طرح اصل محاورہ "لالے پڑنا" ہے اور ہوتا ہے جسکے معنی "مایوس ہونے" کے ہیں خواہ جان کے

پڑیں یا زیست کے لالے یا جینے کے لالے۔

یہ باریک بحث دلائل الاعجاز امام عبد القاہر جرجانی و رسالہ بلاغت شیخ محمد محمود الشنقیطی میں مفصل لکھی ہوئی ہے ذری آنکھیں کھولیے۔ محنت کیجیے اور پڑھیے شیخ ناسخ نے جو اپنے اس شعر میں بظاہر محاورے سے عدول کیا ہے تو وہ لفظ قلم کے رعایت سے ورنہ ہر مقام پر یہ عدول جائز نہیں ہے ؎

تیغ ابروے صنم کی جو لگے لکھنے شبیہ
ہو گئے صاف قلم مانی و بہزاد کے ہاتھ

یہی حال تمام اُن محاورات کا ہے جنکی نظیریں حضرت بیخود نے دی ہیں مگر ان کو کسی قسم کا لگاؤ تماشا کردن سے نہیں ہے۔ نئے محاورات کا اختراع اور پرانے محاورات میں تصرف دو جداگانہ چیزیں ہیں۔ یہی وجہ ہے کہ حضرت غالب نے فرمایا ؎

ہیں اور ایک آفت کا ٹکڑا وہ دل وحشی کہ ہے
عافیت کا دشمن اور آوارگی کا آشنا

اور حضرت طباطبائی نے اسپر کوئی اعتراض نہیں کیا بلکہ یہ کہا کہ "سب جائز ہے" اگر پھر زبان کھلی تو ہم ہر ایک لفظ سمجھا دیں گے اب ہم آخری التماس کا جواب دیتے اور مضمون ختم کرتے ہیں۔ باقی آئندہ۔

واقف

ادبار الشعرا

اہل زبان

ڈیر پنچ۔ السلام علیکم۔ اسمیں کوئی شک نہیں ہے کہ محنت و قابلیت بڑی عمدہ چیز ہے۔ محنت سے بڑی بڑی مشکلیں حل ہو جاتی ہیں جس چیز کے لیے محنت کی جا رہی ہے اگر اسکی استعداد بھی موجود ہے تو کیا کہنا۔ جب لوگ محنت و کوشش سے خدا و پیغمبر بن گئے تو ہمارے دوست ڈاکٹر محمد اکبر خاں صاحب نشتر کے اہل زبان ہو جانے پر کیا تعجب ہو سکتا ہے۔

آپ شہر اورنگ آباد دکن کے رہنے والے، افسر اور ناگپور یا آگرہ کسی ایک جگہ کے باشندے ہیں۔ انگریزی میں فلاں فلاں ڈگری بھی آپ کے پاس ہے قد و قامت میں ۲ یا ۳ انچ اور وزن میں سوا تین چھٹانک کی کمی ہے ورنہ آپ میں اور مولانا شرکت علی میں کوئی فرق نہ تھا۔ تقریباً ایک سال سے آپ نے میدان شاعری میں قدم رکھا ہے لیکن اس میدان کی ہوا کھاتے ہی آپ اپنی پرانی چال شاد گام چھوڑ کر پویہ ہو گئے۔ پھر لطف یہ کہ کسی اُستاد کے چابک کے خوف سے نہیں بلکہ استعداد فطری و ذوق صحیح نے مہمیز کا کام کیا۔ اس پویہ کا یہ نتیجہ ہوا کہ ایک ہی سال میں آپ وہ اتھاہ سمندر پیر گئے جسے زبان کہتے ہیں اور جسمیں حضرت نوح ناروی جیسے شناور آج تک غوطے کھا رہے ہیں اور کہیں تھل بیڑا نہیں لگتا۔ آپ ان واقعات کا ثبوت طلب فرمائیں گے یہ وہ ہے کہ ہمدرد دہلی میں آپ کے کلام پر نوٹ شائع ہو چکا ہے اور یہ وہ عزت ہے جو ٹیگور کو بھی نصیب نہیں ہوئی۔

اب میں آپ کا کچھ تو زائیدہ کلام پیش کرتا ہوں جسکے مطالعہ کے بعد اگر آپ اور آپ کے ناظرین حضرت نشتر کے اہل زبان ہونے کے قائل نہوں تو یقیناً ہاتا جی کو ایک ہفتہ کا روزہ ہو رکھنا پڑے گا۔ بوجہ قلت وقت انتخاب پر اکتفا کرتا ہوں۔ وہو ہذا۔

جناب نشتر کے ایک دوست کے یہاں لڑکا پیدا ہوا۔ آپ نے فوراً مبارکباد کی [illegible]

ادا کی جس کی ردیف لڑکا ہے۔

قدر اسکی کوئی ماں باپ کے دل سے پوچھے
ثمر دریائے محبت کا ہے گوہر لڑکا

ثمر دریائے محبت، کیا بیشل ٹکڑا ہے اور اس میں واقعیت و حقیقت کسقدر ہے۔ سچ ہے سوائے ڈاکٹر کے کسی دوسرے کی نگاہ وہاں تک نہیں پہونچ سکتی تھی۔

نعمتیں سارے زمانہ کی ہیں قرباں جسپر
کیسی نعمت ہے یہ اللہ اکبر لڑکا

مصرعہ ثانی کو موزوں پڑھنا صرف جناب نشتر ہی کا کام ہے (بتشدید یہ پڑھیے "پنچ")

باپ لڑکے کے گورمنٹ کے انسپکٹر ہیں
پر دعا ہے کہ ہو صوبہ کا کمشنر لڑکا

مولود کے والد محکمہ آبکاری کے انسپکٹر ہیں۔ اسکے پہلے گورمنٹ جیسا موزوں لفظ غالباً کسی انجمن ترقی اُردو والے کی مشورت سے استعمال کیا گیا ہے پھر انسپکٹر اور کمشنر کا "تلازم" اسے صل علیٰ میرے خیال میں جناب نشتر کو تضاد کا خیال نہیں آیا ورنہ شعر یوں ہوتا ؎

باپ لڑکے کے گورمنٹ کے انسپکٹر ہیں
پر دعا ہے کہ ہو سنت کا کمشنر لڑکا

کے گو کے ساتھ ادا کرنے میں زبان جو لطف اٹھاتی
ہے وہ بیان سے باہر ہے۔

مقطع قابل غور ہے ؎

جان و دل آپ محبت سے فدا کر دیتا
دیکھ پاتا جو تمہارا کہیں نشتر لڑکا

لیجیے ہمارے ڈاکٹر صاحب نے نیا انکشاف فرمایا!
یعنی پہلے جان دی پھر دل جان دینے کے بعد
دل دینے کی قابلیت کا باقی رہنا انکشاف نہیں
تو اور کیا ہے۔ دوسرا مصرعہ پڑھ کر بے اختیار یہ
دعا منہ سے نکلتی ہے کہ خدا ایسا سعادت مند لڑکا
فرزند نما دوست سب کو عطا فرمائے۔

(۲)

دوسری نظم کا نام توشہ ہے اور یہ بھی ایک
دوست سے متعلق ہے۔ آپ یہ نہ سمجھیے گا کہ کسی
مردہ دوست کے دفن کے وقت پڑھی گئی جناب
یہ توشہ یعنی ناشتہ ہے۔

خودستائی شعرا کا پرانا شیوہ ہے لیکن آپ
مبالغہ کو قطعی دخل نہیں دیتے بلکہ اپنا حقیقی تعارف
کراتے ہیں۔

کہنے والے ہیں جو عقلمند ہیں انھیں میں ہم بھی
پھینکا ڈارون کے رتبہ سے دھڑ ادھر توشہ

واللہ کس مزے سے ڈارون کا نظریہ غلط ثابت کیا ہے!

اس لیاقت سے کہیں کہہ نہیں سکتا ہرگز
کوئی احمق کوئی پاگل کوئی کھا کر توشہ

مصرعہ ثانی کے تمام اسمائے صفات کو حضرت نشتر
توشہ کی صفات سمجھے ہیں۔

میں نے نیچا جو دکھایا تو ہوا شرمندہ
میرے معدے میں بہو پہنچ بھی گئی گو توشہ

نیچا دیکھ کر شرمندہ کیا خوف زدہ بھی ہو گیا ہوگا۔

قافیہ تنگ، زمیں سخت ہے اب کیا کیجیے
بھا سٹی بھوت حنا بھیجے جزا ابحر توشہ

واللہ ایسا شعر تو جناب ساغر بھی نہیں کہہ سکتے۔

مبالغہ سے بچا جانے کی ایک اور مثال ؎

کیا کہوں حضرت نشتر کے مضامیں کا حال
یہ سمجھ لو کہ ہے مجذوب کی اک بڑ توشہ

(۳)

تیسری نظم کا نام کھانا ہے۔ اس کا مزہ بھی چکھیے۔

پنے چیپے مجھے مزہ بھی بہتر ہے
آپ پاٹیجے کہاں میرے برابر کھانا

پینے میرے برابر کھانے والا۔ آپ فرمائیں گے
کہ کھانا اسم فاعل نہیں لیکن حضرت نشتر فرماتے
ہیں کہ یہ اجتہاد ہے اجتہاد۔

اس کھانے کا صرف ایک لقمہ تر اور پیش ہے۔

سے جون و جولائی سے بہتر ہے نومبر کا سماں
ذائقہ میں بہتر نہ ہے نشتر کھانا

بس جناب بس اس خوان نعمت میں آپ کا
اتنا ہی حصہ تھا۔ آپ کا کلام تقریباً ہر صنف
میں موجود ہے۔ آپ دولہا کے لیے سہرا اور
دولھن کے لیے سہری بھی لکھ دیتے ہیں لیکن
یہ چیزیں محض سننے سے تعلق رکھتی ہیں سنانے

ناچ گانے کی ضرورت نہیں اس شادی میں
لوگ خوش ہو گئے جب میں نے سنائی سہری

اس شعر کو نشتر صاحب نے   کے ساتھ اس
خوبی سے ادا کیا کہ رنڈیاں پگڑی کے روپے
واپس کر کے چلی گئیں۔

راقم

خفاش کرمانی وکیل

مولانا پنچ کی روش کی توضیح

بارہا کہا گیا اور اب بھی کہتے ہیں کہ حضرت پنچ
کسی کے مذہب سے کوئی تعرض نہیں کرتے
انکے پیش نظر ہمیشہ بڑے آدمیوں کے یا کسی
قوم اور گروہ کے افعال و اقوال رہتے ہیں خواہ
وہ کسی مذہب و ملت سے تعلق رکھتے ہوں۔
جو لوگ یہ خیال کرتے ہیں کہ حضرت پنچ کسی
خاص مذہب کے رواج و حمایت کا آرزو مند
وہ بے ایمان و یاوہ گو ہیں۔ انکی ذہنی روز کی
اگلے پچھلے مجلدات سے بآسانی ہو سکتی ہے۔
اگر کسی مذہب کی حمایت مقصود ہوتی تو
"اودھ پنچ" کی جگہ "السنۃ والجماعۃ" "اہل حدیث"
"شیعہ" "سنی" "اثنا عشری" "امامیہ" "احمدیہ"
"المسیح" "النصاریٰ" "یہود" "ہنود" "بودھ"
یا اسی قسم کا کوئی اور نام اختیار کر لیا جاتا اندھ کھم
کے قدردان دنیا سے ناپید نہیں ہو گئے ہیں کہ ان
ناموں سے ان کا دل نہ پسیجتا۔ اور ترقی نہ ہوتی۔
حضرت پنچ کی شریعت میں کسی شخص کی دشمنی اس
بنا پر کہ وہ کسی مذہب کا تابع ہے اچھا موقع
ہاتھ آیا لاؤ دل کا بخار نکال ڈالیں ناجائز ہے۔
جب کسی شامت زدہ کی لے دے ہوتی ہے
انکے ایسے افعال ملحوظ رکھ کے ہوتی ہے جو
دوسروں کے لیے مضر یا موذی ہیں مثلاً اس قسم
کی دوکانیں کھولنے والے جنہوں نے کسی مذہب کا
نام لے کے خلق خدا کی جیبوں پر ڈاکے ڈالے
اور اب بھی لوٹ پر آمادہ ہیں۔ یا مثلاً بنے تو
تمام ہندوستانیوں کے اندھے خیر خواہ اور جب
ریوڑیاں بانٹیں تو پھیر پھیر کے اپنوں کو دیں۔
سے کہا "اکھی بچے جنیں" اور زیر لب خود ہی
جواب دیا "میرے"۔ یا ولادِ مند فرمایا "اکھی
گھر میں دولت آئے" اور چپکے سے کہا "میرے"
چلا کے سب کو سنایا "اکھی ڈیوڑھی آباد رہے"
رسان سے کچھ بڑبڑائے "میری"۔ "پنچ کے ہانک
لگائی "اکھی سلامت رہیں" آہستہ سے بولے
"ہم" گلا پھاڑ کے صدا دی "خدا ہر آفت و بلا سے
محفوظ رکھے" ہونٹ بھینچ کے دل سے کانا پھوسی
کی "مجھے"۔
یا مثلاً چندہ ہیں قتل برائے اکل کے طور پر کوئی دھندا
کیا اور احسان کا ٹوکرا قوم کے سر پر رکھ دیا۔
ڈوڈو۔ یارو تمہارے گاڑن مقدمہ چل گیا۔ ہرجانہ
دیا ہے۔ تھوڑے دو اور بھی مل جائیں تو قوم کی بندی
آزاد ہو جائے ورنہ یاد رہے کہ یہ کمبخت قوم تباہ
ہو جائے گی۔
یا مثلاً کسی امیر رئیس والی ملک اور جلتے ہوئے
لیڈر کا منہ بنا ہوا دسترخوان دیکھا اور کھیں بنا گئے
اس نے کہا آ جیس۔ انھوں نے کہا الحمد للہ۔



دست ستم سے اسے دائے دیا سونے نہ پائے تک پاؤں پھیلا

دائی :- میرا بچہ - میرا لال - لے پی تو لے اس جام سے عشق ہو نہ آ کھبی جاتا ہے ایک ہی گھونٹ کڑوا کسیلا - اور میں تجھے مٹھی دوں گی

بچہ :- اتنا تمہاری دوا سے تو جی متلاتا ہے - چلتے چلاتے بھی دھوکا دیتی ہو

پنچ :- نہیں اب یہ دایہ یہ لڑکا انیلا ... تعاون کا شربت ہے میلا کچیلا ... بات ... ہو گیا ہے ... کوئی

اسکا پیٹ غرایا اور انھوں نے کہا: صحت۔ صحت۔ کیا مشک بیز ہوا آئی ہے دماغ معطر ہو گیا۔ حضور یہ مشک سرکار نے کس دوکان سے خرید ا تھا جس نے شکم ناضم الملک کو رشک طبلۂ عطار بتن الطرکرکا عنبری بنادیا" زبان سے تو یہ کہا اور قلم سے یوں کام لیا کہ اپنے جریدۂ فریدہ جریدۂ خریدۂ ندیدہ میں قلیے باندھنے شروع کر دیے:۔

"اعجاز! کرامت!!"

(ہمارے خاص نمایندہ کے قلم سے)

کل ہمارے خاص نامہ نگار نے حضور پر غرور وشرور والی جاہ مزدور سے انٹرویو (ملاقات) کیا۔ حضور موصوف سے واقعات حاضرہ پر دیر تک گفتگو رہی آخر سلسلۂ سخن ملکی عطریات تک جا پہنچا۔ نمایندہ نے کہا کہ آجکل عنبر اصلی نہیں ملتا اس دریائی گاؤ کو جلاب دینے کی فکر ہے جسکے گوبر کا نام عنبر ہے۔ حضور نے اس دعوی کی پرزور تردید کی اور اپنی خاص بہترانی کو حکم دیا کہ تازہ استعمال شدہ کونڈا اٹھا لا۔ نامہ نگار موصوف کا بیان ہے کہ چوکی کے نیچے سے کونڈے کا نکلنا تھا کہ دفعتہً نفحات نے کمرے کو معطر کر دیا۔ زلف مشکین لیلی نجد مجمر رخ آتشیں پر جل کے بھسم ہو گئی۔ طبلۂ عطار کا پیٹ کونڈا دیکھ کے پھٹا۔ فضلۂ عنبریں کے خشخاشی دانے دیکھ کے آہوئے ختن نے ناک سکوڑی قلانچیں بھرتی جیسا جیس کرتی نیپال بھاگی۔ عود غرقی نے لنگوٹی باندھ مالابار کی راہ لی اگر تھوڑی دیر ٹھہرتا تو رشک و حسد کی آگ میں چڑ مڑ ہو کے بخور بن جاتا۔ چنبیلی کا ذہن کند ہو گیا خطا پر نادم۔ گلاب پسینے پسینے۔ مشک حنا مصروف ماتم۔ موگرے کے سر پر پشیمانی کی ہو گری۔ چمپا کا دم بند۔ نرگس اشک ریز۔ کیتکی کے کھیت کی ننھی کلیاں کی موہی آتشبازی کی جاہی جوہی۔ سیوتی [illegible]۔ صندل مبتلائے درد سر۔ ہار سنگار ڈر کی کوفت سے زمین پر غلطاں۔ بیلے بھی کو پنس کی بیماری۔ غرض تمام چمن اجاڑ بن ہو گیا۔

ہم بہت زور سے کا لکھنے کو لکھنے کے بعد فضلۂ خوار حضور والا کو مبارکباد دیتے ہیں جو حضور والا کے رواع قبض سے ہر وقت مستفید ہوتے اور ہاتھوں میں شیشے لیے مصروف عطر چینی رہتے ہیں۔ اور خود حضور سے درخواست کرتے ہیں کہ شکر آدمی کو پیٹنٹ کرالیں سارا عنبر جھٹکے والوں کے حوالے فرمائیں۔ یہی چھپکا سر بلبر [illegible] پر فدغن ہو۔

یا مثلا از کا بی میں بجات ہمارا تمہارا ساتھ بھر گیا یا بچھڑ گیا ساتھ" پر عمل کرنے والے۔ ہری چگ قابو کی بندہ غرض مرسلاکے بھیجا کھانا جنکا دستور۔ بڑے وقت پر دشمن بن جانا جن کا خاصہ۔ ہوا کے رخ پر چلنا جن کی عادت جس منھ سے تحسین کرنا اسی سے گالیاں دینا جن کا عام شیوہ ہے اچھے وقت پر باپ بنا لینا طرح طرح کے القاب گڑھنا برے وقت پر گالیاں دینا ہجو قدح کرنا جنکی خصلت ہے خواہ ان گروہوں میں صاحبان قلم ہوں یا مالکان زبان مولانا پنچ کی نگاہ میں بغیر تفریق مذہب وملت ہمیشہ ذلیل رہے۔ انھوں نے کسی کو نہ تو ثریا تک چڑھایا نہ تحت الثری کا سماں دکھایا۔ ایسوں کی تقدیس نہیں کی جنکے باطنی حالات ظاہر۔ انکی بدچلنیاں ہویدا ہیں۔ ایسوں کی تنقیص نہیں کی جنکا فسق معلوم ومشتہر نہ ہوا اپنے خاص ظریفانہ طرز میں برائیوں کی مذمت اچھائیوں کی مدح وہ بھی بے لاگ بے روے وریا۔ یہی ایک خدمت تھی جو مولانا اودھ پنچ نے اپنے ذمہ ہمیشہ سے لے رکھی ہے (لوگوں کے پاس سالانہ مجلدات محفوظ ہیں اگر وہ چاہیں تو ورق گردانی کی زحمت گوارا فرمائیں)۔ اس فرض کو پورا کرنے والا کبھی نادم نہیں ہو سکتا۔ ندامت کا محل تو اسکے لیے ہے جس نے مذکورہ صدر برائیوں کا ارتکاب کیا ہو اور جب مدح و ذم دونوں کی عدم واقعیت یا کذب ثابت ہو جائے تو شوخ چشمی اور ہٹ دھرمی کی بدولت دنیا میں سرخ رو بننے کی سعی کرتا پھرے۔ سرخ روئی کے معنے اگر لال رنگ کے ہیں تو بھیانی کا سیندور بھی کافی ہے اور اپنے منھ پر آپ ہی تھپڑ لگانے سے بھی یہ مطلب حاصل ہو سکتا ہے کتب اخلاق میں روحانی امراض کا جو علاج لکھا گیا ہے مولانا اودھ پنچ نے وہی نسخے شوروپشت مقدس مہذب سفید پوش بدمعاشوں کے واسطے پیش کیے۔ وہ کبھی اس خیال سے خائف نہیں ہوئے کہ بڑے آدمیوں کے مضر افعال پر (آجکل ہوا جنکے موافق چل رہی ہے) نکتہ چینی کرنے سے ہماری دلعزیزی میں بادھا لگے گا۔ گنوارو مثل ہے:۔

"سچی بات سعد اللہ کہیں سبکے من سے اترے رہیں"

مگر یہ صحیح نہیں ہے۔ اچھی سچ کے چاہنے والے ہندو مسلمان موجود ہیں اگرچہ شمار میں کم ہیں انھوں نے مولانا اودھ پنچ کی ظرافت کا زرخالص خوب پرکھ لیا ہے وہ جانتے ہیں کہ حاسدوں نے جب کبھی اودھ پنچ پر حملہ کیا تو پہلے انھیں نرم اور آسان الفاظ میں مطلب سمجھا دیا گیا اگر بمقتضائے خوے بد نظام حب احسان کی

قدر نہ پہچان سکے تو پھر نظام عدل لینے آیۂ قصاص پر عمل کیا گیا اور اخلاق کا عین منشا یہی ہے۔ اسکے علاوہ دل لگی میں برا ماننے کی وجہ سمجھ میں نہیں آتی خصوصاً جبکہ پہل ہماری طرف سے نہیں ہوئی۔

چند روز اُس طرف کا ذکر ہے کہ روہیلکھنڈ کے ایک مضطرب الافعال پرچے نے اودھ پنچ پر حملہ کیا شاید اُسکا یہ منشا تھا کہ مولانا اودھ پنچ بھی جان بوجھ کے بعض ایسے اشخاص کی مدح سرائی شروع کردیں جنکے اگلے پچھلے اعمال اور پوشیدہ کارنامے انھیں معلوم ہیں۔ خیر یہاں تک تو ایک دلی خواہش اور تبائن رائے ہے مگر بقتضائے شرافت یا اپنے نفس پر قیاس کرکے، اُس نے شیخ شبیر حسین قدوائی صاحب کا اجیر اور اُنکے خوان کرم کا ریزہ چین بھی قرار دیا۔ آپ جانیے کہ مولانا اودھ پنچ کا اس قسم کی بداخلاقی۔

الغرض علیگڑھ میں [illegible] ہونے کے بعد یہ قصہ تو ختم ہوا۔ مگر اب ایک نیا راگ شروع ہوا ہے جو زمیندار راگ سے زیادہ تحریک [illegible] میاں زمیندار صاحب ظاہر کرتے ہیں کہ انھیں کسی اسلامی لائبریری نے ایک تحریر کی نقل بھیجی ہے۔ اس نقل کے قبل زمیندار صاحب کے مدیر افکار و حوادث غالباً اپنی ذاتی معلومات کی بنا پر فرماتے ہیں کہ لائبریری کے مہتمم صاحب نے بعض احباب کے اصرار پر اودھ پنچ جاری کرایا لیکن جب اس اخبار نے مولانا شوکت علی مولانا ابوالکلام آزاد اور ڈاکٹر کچلو جیسے بزرگان قوم کو اپنے بیہودہ کارٹون اور توہین آمیز مضامین کا نشانہ بنانا شروع کردیا تو مہتمم صاحب نے منیجر صاحب اودھ پنچ کو لکھا کہ آپ ہمارے نام اخبار بھیجنا بند کردیجیے کیونکہ ہماری لائبریری کے ارکان اپنے راہنماؤں کی توہین گوارا نہیں کرسکتے۔

ان سطور کے بعد مدیر صاحب افکار و حوادث ختم کرکے اور خط کی نقل شائع فرماتے ہیں۔

جہاں تک ہمیں علم ہے کوئی تحریر اس عبارت کی موصول نہیں ہوئی۔ یہ ظاہر ہے کہ اگر کوئی شخص مسٹر شوکت علی وغیرہم کو اپنا راہنما سمجھتا اور ایسے پرچے کو جسمیں ان کے خلاف مضامین لکھے جاتے ہوں دیکھنا پسند نہیں کرتا تو کسی کا اجارہ نہیں ہے ایک آدھ شخص کے انکار خریداری سے کسی پرچے کی مالی حالت میں کوئی نقصان ہوتا ہے۔

جناب محتشم عزیز محترم مرحوم مولانا قیام الدین عبدالباری کے ساتھ عامیانہ گستاخی اور متصوفین کرام کے سب و شتم سے ابھی تک زمیندار کو خسارہ نہیں ہوا تو مولانا اودھ پنچ کو جنکا خاص شغل ظرافت ہے کیا ضرر پہنچا۔ خریداری کی نامنظوری یا منظوری کا سلسلہ ہر سال کی ابتدا میں برابر جاری ہوتا ہے اور کسی نامنظور کرنے والے کو اسطرح کا جواب نہیں دیا جاتا جیسا کہ زمیندار میں شائع ہوا ہے۔ اس کے الفاظ سے تو معلوم ہوتا ہے کہ کسی نے کوئی سخت بیہودگی کی تھی جسکا انتقامی جواب بایں الفاظ دیا گیا:

"چونکہ بظاہر آپ کے تمام ممبران آپ کی لائبریری کا فرانہ معلوم ہوتی ہے اور یقین کی جاتی ہے اور چونکہ محمد علی اور شوکت علی کے اسلام فروش اور ایمان فروشوں اور ابن سعود نامبارک کے غلام کا ایمان اور اسلام یقیناً منافقوں کا سا ہے اور اور چونکہ پہلے ہم آپ کی لائبریری کو مسلمان سمجھتے تھے اور اب نہیں سمجھتے۔ اس لیے کہ زادگان مال کے بے ایمانوں کو پسند کرنے والا بھی بے ایمان ہے لہذا۔۔۔۔۔۔"

ممکن ہے کہ انکار کذب پر محمول ہو یا لوگ خواہ مخواہ ڈرپوک سمجھیں لہذا ہم اس پُر عبارت تحریر کرنے سے تو انکار کرتے ہیں لیکن اسکے بعض مطالب سے اتفاق کیے بغیر چارہ نہیں۔ توضیح یوں کیجیے۔ لائبریری ایسے اشخاص کو دینی راہنما سمجھنے میں غلطی کرتی ہے۔ یہ غلطی حقیقی [illegible] کے حق میں مضر اور [illegible] خوشی ہے جیسے مولانا عبدالباری تھے [illegible] و عرب و عجم کے مسلمانوں کا سواد اعظم ان پر آنسو بہا رہا ہے۔ لہذا اگر کذب بمقابلہ احسان سمجھا جائے تو لائبریری اس الزام سے بمشکل بری ہوسکتی ہے۔

مسٹر محمد علی صاحب کوئی مقدس پیشوا اسلام نہیں نہیں ہیں انھوں نے اگر ابن سعود کی مسلم کشی کو آسان کہا اور توہین روضۂ رسول و ہدم مساجد کی پرواہ کی زبان و قلم سے ایک زمانہ دراز تک اُسکی حمایت کرتے رہے تو یقیناً انھوں نے ہندوستان کے سواد اعظم اسلام اور جنہیں بہت سے پیشوا ابھی شامل ہیں ضرر پہونچایا۔ مسٹر شوکت علی نے اگر مسلمانوں کا مال اپنی مرضی کے خلاف ابن سعود کی حمایت میں صرف کیا جیسا کہ انجمن خدام الحرمین کا دعویٰ ہے تو یقیناً اسلام و ایمان کی طرف سے پیٹھ موڑلی اور لاکھوں سچے مسلمانوں کی شہادت کی تکذیب کی۔

واقعات اہانت مقابر و مساجد و خونریزی کے بعد ابن سعود کے واسطے ناہنجار ایک ادنیٰ لفظ ہے مؤثر سیاست انھیں ملعون کا لقب اور لعنت کا خلعت دیتا ہے اسکے علاوہ یہ ایک شیخ کی تحریر معلوم ہوتی ہے شیخ کے تحریرات کی اشاعت کا ذمہ دار و بالفرض وہ اصلی ہی سہی زمیندار ہے۔ اگر ہم بجائے خود کسی کو کچھ کہتے ہیں تو آپ کون ہیں۔ محمد علی صاحب شوکت علی صاحب ہمارے نزدیک اجنبی نہیں ہیں۔ انکے ہزاروں افعال سے ہم واقف ہیں۔ [illegible] اکثر کہیں تو انکے حق میں بھی کوئی برائی مولانا اودھ پنچ نے نہیں کی۔

ہمارے نزدیک اس اشاعت کا مقصد صرف اسقدر ہے کہ مسٹر محمد علی کو زمیندار صاحب اب کچھ کر نہیں سکتے تو برا کہیے [illegible] تحریروں کے ذریعہ سے حمایت ناخواستہ و مہر زدہ وکالت کی آڑ ہی میں کچھ کہتے ہیں۔ جناب ظفر علی خاں کا نام نامی تو اس کتبہ میں ہے نہیں۔ نہ ان واقعات سے اودھ پنچ نے تعرض کیا ہے جو وقتاً فوقتاً [illegible] و محترم سیاست ناموں شائع کرتے رہتے ہیں۔ نہ ان تمثیلات [illegible] کبھی بحث کی گئی جو ہمدردی دہلی نے بعد خلافت پیش کیے ہیں۔ نہ ننگی تصویروں کا ذکر ہے۔ قابل غور ہے کہ زادگان مال اور چونکہ کی بھرمار کا خط بھلا ہمارے دفتر میں کہاں۔ یہ عبارت خدا جانے کس کے ذہن کی ایجاد ہے۔

بہر حال اکثر اشخاص کے حالات سے مولانا اودھ پنچ واقف ہیں۔ خدا وہ دن نہ لائے کہ حالات کے اظہار پر مجبور ہوں۔ بہتر ہوگا کہ زمیندار صاحب پہلے اس ارگرد پر مجھ لیں تو [illegible] کے [illegible] خدا کے فضل

شرائط ایجنسی

(۱) نقد روپیہ پیشگی جمع کرنا ہوگا۔

(۲) رقم جمع شدہ کے ادا ہوتے ہی پرچہ کی روانگی برو‌قت کر دی جائے گی۔

(۳) پانچ پرچہ فی ہفتہ سے کم کی ایجنسی قبول نہ کی جائیگی۔

(۴) بحساب دو آنہ فی پرچہ فروخت کرنا ہوگا اور چہارم کمیشن ایجنٹ صاحب کو دیا جائے گا علاوہ خاص حالتوں کے پرانا پرچہ واپس نہ لیے جائینگے۔

منیجر اودھ پنچ لکھنؤ